

مقدمہ کتاب المبانی کا تجزیاتی مطالعہ

* اسماعیل شاہد

** محمد فاروق حیدر

Abstract

One of the very important sources of understanding Quranic Sciences is Prologues of Exegesis. The tradition to discuss the Quranic Sciences in prologues formally started from Tafsir Ibn-e-Jarir. Even Imam Al-Suyuti wrote his remarkable book Al-Itqan fi Ulum Al-Qur'an as a prologue of his Tafsir. In this journey Prologue of Ibn-e-Attiya and Qurtbi are famous. In these Prologues one rare and exceptionally good Prologue is of Kitab Al-Mubani the writer of which is anonymous and this Tafsir is also not available but its prologue was edited by reknowned orientalist Aurther Jeffery. It has been published in Cairo. In this prologue very important Discussions of Quranic Sciences were taken into consideration like arrangement of surahs in chronological and divine order, collection and compilation of Qur'an, differences of Mussahif and variant readings of the Qur'an.

Keywords: Quranic Sciences, Quranic Sciences in prologues of Exegesis, History of Quran Collection

قرآن مجید قیامت تک آنے والی انسانیت کے لیے رشد و ہدایت کا ذریعہ ہے۔ علوم و فنون کا سرچشمہ اور حکمت و معرفت کا منبع ہے۔ اس کی تفسیر و تبیین کا مقدس فریضہ اللہ رب العزت نے اپنے پیارے محبوب نبی ﷺ کو عطا فرمایا۔

وَأَنْزَلْنَا إِلَيْكَ الْذِكْرَ لِبُيَّنٍ لِلنَّاسِ مَا نُزِّلَ إِلَيْهِمْ۔ (۱)

”اور ہم نے یہ ذکر آپ پر نازل کیا تاکہ آپ لوگوں کے سامنے اس کی شریع توضیح کرتے جاؤ جو ان کے لیے نازل کیا گیا۔“

* ایسوی ایش پیچر، شعبہ علوم اسلامیہ، گجرات یونیورسٹی، گجرات

** اسٹنٹ پروفیسر، شعبہ علوم اسلامیہ، جی سی یونیورسٹی، لاہور

آپ ﷺ کے بعد صحابہؓ اور تابعینؓ نے بھی خود کو قرآن کی تفسیر و تعلیم میں مشغول رکھا، بعد ازاں ہر دوسری علماً نے امت کے اسرا ر و رموز میں غور و فکر کو سعادت سمجھا اور اس کے کشف و بیان کے لیے کوشش رہے۔ چنانچہ تفسیری ادب کا ایک وسیع ذخیرہ وجود میں آیا۔ تفسیر قرآن کے ساتھ ساتھ جمع و تدوین قرآن، قراءات، ناسخ و منسوخ، حکم و قضاہ وغیرہ جیسے مباحث پر بھی خصوصی توجہ دی گئی قرآن مجید کی تفسیر کے لیے علوم قرآنیہ کا فہم بھی ضروری ہے۔ اسی اہمیت و ضرورت کے پیش نظر اکثر مفسرین نے تفاسیر کے آغاز میں ان مباحث پر تفصیلی بحث کی ہے۔ جیسے ابن حبیب طبری، ابن عطیہ، اور علامہ قرطبی وغیرہ، اسی حوالے سے ایک اہم کاؤش صاحب کتاب المبانی نے کی۔

صاحب کتاب المبانی کی تفسیر کا نام "تفسیر کتاب المبانی لعظم المعانی" ہے۔ آپ کی تفسیر تو مفتوح ہو چکی ہے البتہ اس کا مقدمہ آرتھر جیفری نے مرتب کر کے شائع کروایا۔ مقدمہ کا صفحہ اول قطع برید کا شکار تھا، اس لیے مفسر کا نام و احوال معلوم نہ ہو سکے۔ البتہ مفسر کی اسناد اور لکھنے کے انداز سے پتہ چلتا ہے کہ مفسر کا تعلق اندرس سے تھا۔ (۲) مقدمہ کتاب المبانی میں مؤلف نے علوم القرآن کے اہم مباحث پر تفصیلی بحث کی ہے اور آثار و روایات سے خوب استفادہ کیا ہے۔ مؤلف گرامی نے مقدمہ کا آغاز حمد و صلاۃ سے کیا اور پھر عصیان و گمراہی سے بچنے کے لیے اللہ سے پناہ طلب کی اور اللہ رب العزت کے احسانات کا شکر ادا کرتے ہوئے قرآن کریم کو نعمتِ عظیمی قرار دیا لکھتے ہیں:

فَانَ اللَّهُ تَعَالَى أَنْعَمَ عَلَى هَذِهِ الْأَمْمَةِ بِالْقُرْآنِ الْعَزِيزِ الْجَلِيلِ، وَجَعَلَهُ سَبِيلًا إِلَيْهِ، مَقْرُونًا بِالْحَجَهِ وَالدَّلِيلِ، أَكْرَمَ بِهِ رَسُولَهُ الْأَمِينَ۔ (۳)

بیشک اللہ تعالیٰ نے اس امت پر قرآن مجید جیسی عظیم المرتبت کتاب نازل فرما کر احسان عظیم فرمایا اور اس کتاب کو اپنی معرفت کا ذریعہ قرار دیا جو بحث اور دلیل سے متصف ہے۔ اللہ تعالیٰ نے رسول امین کو اس کے ذریعے عزت و رفتہ عطا فرمائی۔

صاحب کتاب المبانی نے اپنی زندگی کو اس نعمتِ عظیمی سے استفادہ کے لیے وقف کیا اور اسی کو مطلوب و مقصود بنایا اللہ ذوالجلال سے معاونت اور راہنمائی طلب کرتے ہوئے استدعا کرتے ہیں۔

الدُّعَاءُ بِالشَّنَاءِ لَا نَ يَوْقُنُ وَيَسْدُدُنِي، وَيَلْهُمْنِي وَيَرْشَدُنِي، وَيَسْهُلُ عَلَى سَبِيلِ ذَلِكَ، وَيَسْرُ لِي الْمَدَارِخَ وَالْمَسَالِكَ، فَإِنَّهُ لَا يَوْجُدُ ذَلِكَ الْابْتُوفِيقَهُ وَتِيسِيرَهُ وَتَطْوِيقَهُ وَحَمْلُ السَّائِلَ عَلَى تَحْقيقِهِ، اذَا الْمَرْجُعُ فِي ذَلِكَ إِلَى بَحْرِ الْخَوَاطِرِ لَا إِلَى صُدُورِ الدَّفَاتِرِ،

وَاللَّهُوَلِي التَّوْفِيقُ، وَبِيَدِهِ الْخَيْرُ كُلُّهُ وَهُوَ كُلُّ شَيْءٍ قَدِيرٌ۔^(۳)

ثناء کے ساتھ دعا ہے کہ اللہ مجھے توفیق دے اور میری اصلاح فرمادے اور میرے مقصد تک پہنچنے کا راستہ مجھے الہام فرمائے اور میرے لیے ہم قرآن کے تمام راستوں کو آسان کر دے۔ یہ سب اللہ کی توفیق اور اوردی ہوئی سہولت اور طاقت سے ہی ممکن ہے اللہ تعالیٰ رقم کو اس کام کی تکمیل کا حوصلہ عطا فرمائے کیونکہ اس کام کا مرجع فکر کا سمندر ہے نہ کہ محض کتابوں کے متون، اللہ ہی تو فیق کا مالک ہے اسی کے ہاتھ ساری بھلایاں ہیں اور وہی ہر چیز پر قادر ہے۔

آپ نے مقدمہ کے آغاز میں ہی لکھا ہے کہ میں نے یہ کتاب ۲۳۱ھ میں لکھنا شروع کی اور اس کا نام ”کتاب المبانی لعظم المعانی“ رکھا۔^(۴) اس کتاب کا مقدمہ وہ فضول پر بنی ہے۔ یہاں مختصر آہ فصل کے مندرجہ والسلوب کو بیان کیا جائے گا۔

قرآن مجید کی نزولی ترتیب:

نزولی ترتیب سے مراد آیات اور سورتوں کی وہ ترتیب ہے جس پر ان کا نزول ہوا۔ قرآن مجید کی ترتیب نزول کو جانے سے اسباب نزول، ناسخ و منسوخ اور احکام کے تدریجی نزول کو سمجھنا آسان ہو جاتا ہے۔ سورتوں کی ترتیب کو بیان کرنے کے لیے مؤلف گرامی نے حضرت عبد اللہ ابن عباسؓ اور حضرت علیؓ سے منقول مختلف روایات کو نقل کیا ہے۔^(۵) چونکہ نبی کریم ﷺ سے براہ راست ایسی کوئی روایت منقول نہیں جس میں ایک سو چودہ سورتوں کی نزولی ترتیب کی تفصیلات مذکور ہوں۔ اس کے لیے صحابہ کرامؓ کے اجتہاد و قیاس اور دیگر شواہد پر انحصار کیا جاتا ہے۔ جیسا کہ صاحب کتاب المبانی بھی فصل کے اختتام پر مختلف شواہد اور واقعات کے ذریعے سورتوں کے وقت نزول کی وضاحت کرتے ہیں۔

”کہ معوذ تین مکہ میں اس وقت نازل ہوئیں جب یہودی لبید بن عاصم نے رسول ﷺ پر جادو کیا سورہ نجم واقعہ غرائیت کے وقت اور سورہ سجحان مراجع کے بعد نازل ہوئی۔“^(۶)

چنانچہ روایات و شواہد سے صرف اتنا معلوم ہوتا ہے کہ کون سی سورت کی اور کون سی مدنی ہے۔ نزول کی تینی ترتیب ان سے متعین نہیں کی جاسکتی۔

جمع قرآن کی کیفیت و اسباب:

مقدمہ کتاب المبانی کی دوسری فصل جمع قرآن کی کیفیت و اسباب سے متعلق ہے۔ فصل کے آغاز میں

ہر دور میں
لیے کوشش
و تدوین
بر کے لیے
از میں ان
د اہم کاوش
تفصیل ہو جکی
لیے مفسر کا
خنا۔
ایات سے
لیے اللہ سے
، و جعلہ
ما یا اور اس
کے ذریعے
کو مطلوب
لی سبیل
و تطویقہ
الدفاتر،

مؤلف نے پہلے کچھی فصل کا خلاصہ تحریر کیا ہے اور پھر جنگِ یامہ اور آرمینیا کے مجاز کے بعد جمع و تدوین قرآن کے محرکات اور اسباب کو روایات کی روشنی میں بیان کیا ہے۔ مثلاً تین طرق کے ساتھ ایک روایت نقل کی ہے جس میں جنگِ یامہ کے بعد عہدِ صدقی میں جمع و تدوین کے اسباب مذکور ہیں۔

جس کا خلاصہ یہ ہے کہ جنگِ یامہ میں حفاظ اور قراءت صحابگی ایک کثیر تعداد کے شہید ہونے کے بعد حضرت عمرؓ کے مشورہ سے سیدنا ابو بکرؓ نے جمع و تدوین کا فیصلہ کیا اور اس کی ذمہ داری حضرت زید بن ثابتؓ گوسپنی۔ (۸)، (۹) جمع قرآن کی کیفیت اور اسbab کو بیان کرنے کے لیے صاحب کتاب المبانی نے صرف روایات کو اکٹھا کیا ہے۔ ان پر کسی قسم کا تبصرہ نہیں فرمایا اور نہ ہی ان سے متعلقہ مسائل کی تفصیلات کو نقل کیا ہے۔ عہدِ عثمانؓ میں جمع و تدوین قرآن کے حوالے سے حضرت انس بن مالکؓ کی روایت نقل کی ہے۔

حضرت حذیفہ بن یمانؓ آرمینیہ اور آذربائیجان کے مجاز کے بعد سیدنا عثمانؓ کے پاس حاضر ہوئے اور اختلاف قراءت کی بناء پر امت میں پیدا ہونے والے انتشار کے اندیشے کا ذکر کیا جس پر آپؐ نے چار کبار صحابہؓ کو صحیفہ امام کی نقول تیار کر کے اطراف و اکناف کی سلطنتوں میں روانہ کرنے کا حکم دیا۔ (۱۰)، (۱۱)

روایات کے بعد آپؐ نے جمع و تدوین قرآن پر معتبر ضمین کے شکوہ و شبہات کا مدلل روکیا ہے۔ صاحب کتاب المبانی لکھتے ہے کہ ملدن نے یہ ازرام گھڑا کے قرآن کی آیات متفرق تھیں۔ سورتوں کی ترتیب و تنظیم حضرت ابو بکرؓ اور حضرت عثمانؓ کے دور میں ہوئی ہے۔ علامہ صاحب لکھتے ہے "اگر قرآنی آیات جدا جداتھیں سورتوں کی تنظیم نہیں تھی تو پھر کس چیز کا عرب کوچینخ دیا گیا جبکہ اللہ تعالیٰ فرمائے۔

"قُلْ فَاتُوا بِعَشْرِ سُورٍ مُّثُلِهِ مُفْتَرَيَاتٍ" (۱۲)

"کہوا چھایہ بات ہے تو اس جیسی گھڑی ہوئی دس سورتیں تم بنا لاؤ۔"

اور یہ آیت مکہ میں نازل ہوئی۔ اور پھر فرمایا "قُلْ فَاتُوا بِسُورَةٍ مُّثُلِهِ" (۱۳) کہو۔ اگر تم اپنے اس ازرام میں سچے ہو تو ایک سورۃ اس جیسی بنا لاؤ۔ اور یہ آیت مدینہ میں نازل ہوئی۔

اسی طرح سے مختلف دنوں میں قرآن مجید مکمل کرنے کی روایات بھی اس بات پر دلالت کرتی ہیں کہ قرآن رسول اللہ ﷺ کے دور میں بھی مجموع تھا۔ جیسا کہ ایک روایت ہے:

حضرت عبداللہ بن عمروؓ سے کہ انہوں نے فرمایا: میں نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ! میں کتنے عرصہ میں قرآن پڑھوں؟ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: تم اسے ایک مہینہ میں پورا کرو۔ میں نے عرض کیا میں اس سے زیادہ کی

طااقت رکھتا ہوں، آپ ﷺ نے فرمایا بیس دن میں ختم کرو، میں نے عرض کیا؛ میں اس سے بھی زیادہ کی طاقت رکھتا ہوں، آپ ﷺ نے فرمایا! پندرہ دن میں پورا کرو، میں نے عرض کیا میں اس سے بھی زیادہ کی طاقت رکھتا ہوں، فرمایا دس دن میں ختم کرو، میں نے عرض کیا میں اس سے بھی زیادہ کی طاقت رکھتا ہوں، فرمایا پانچ دن میں پورا کرو، میں نے عرض کیا میں اس سے بھی زیادہ کی طاقت رکھتا ہوں، لیکن پھر آپ ﷺ نے (اس سے کم کی) مجھے رخصت نہیں عطا فرمائی۔ (۱۵)، (۱۶)

اور ایسی روایت جن میں مذکور ہے کہ رسول ﷺ نے فلاں نماز میں فلاں سورہ تلاوت کی۔ مثلاً:

عن عبدالله قال : كان رسول الله ﷺ يقراء في الصبح يوم الجمعة (س: ۳۲): الـ

تنزیل، و (س: ۲) هل اتى على الانسان. (۱۷)، (۱۸)

حضرت عبداللہؓ سے مردی ہے وہ فرماتے ہیں نبی کریم ﷺ جمعہ کے روز صحح کو سورہ الـ تنزیل اور سورہ هل اتیٰ علی الانسان پڑھا کرتے تھے۔ سورتوں کے فضائل میں بھی احادیث مردی ہیں مثلاً:

”عن ابی هریرہ قال: قال رسول الله ﷺ: لکل شیء سنام و ان سنام القرآن سورۃ البقرہ.“ (۱۹)، (۲۰)

حضرت ابی هریرہؓ سے مردی ہے فرماتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا ہر شے کی کوھان (بلند چوٹی) ہے قرآن کی کوھان (بلند چوٹی) سورہ بقرہ ہے۔

صاحب مقدمہ نے مخصوص اوقات میں تلاوت کے حوالے سے پانچ اور سورتوں کے فضائل میں بھی پانچ روایت نقل کی ہیں اور ان روایات سے استدلال کیا ہے کہ آیات اور سورتیں نبی کریم ﷺ کے دور میں بھی مرتب تھیں۔

قرآن مجید کی ترتیب نزولی نہیں تو قیفی ہے:

تو قیفی کا مطلب ہے آگاہ کی ہوئی بتائی ہوئی، نص سے ثابت شدہ، یعنی قرآن مجید کی وہ ترتیب جو بھکم الہی حضرت جبرایلؑ نے نبی کریم ﷺ کو تلقین فرمائی۔ ترتیب قرآن کے تحت ”آیات اور سورتوں کی ترتیب آتی ہے۔ آیات کی ترتیب تو قیفی ہے اس کی صراحت میں بہت سی احادیث وارد ہوئی ہیں۔ (۲۰) اس کے علاوہ اجماع امت بھی اس کی ایک قوی دلیل ہے۔ علمائے امت کے اجماع کو علامہ زرشی نے ”البرهان“ (۲۱) میں اور علامہ سیوطی نے ”الاتفاق“ (۲۲) میں نقل کیا ہے۔

سورتوں کی ترتیب سے متعلق تین قسم کے اقوال پائے جاتے ہیں۔ ایک قول یہ ہے سورتوں کی ترتیب اجتہادی ہے اور صحابہ کرام نے اپنے اجتہاد اور فہم و دانش سے کام لیتے ہوئے اسے ترتیب دیا۔ دوسرا قول یہ کہ کچھ سورتوں کی ترتیب تو قیفی اور کچھ سورتوں کی اجتہادی ہے۔ (۲۳) تیسرا قول یہ ہے کہ تمام سورتوں کی ترتیب تو قیفی ہے اور نبی کریم ﷺ کے حکم سے ترتیب پائی اور یہ قول کہ آیات کی طرح سورتوں کی ترتیب بھی تو قیفی ہے، من جانب اللہ ہے اور اس میں اجتہاد کا کوئی عمل دخل نہیں اس کے شواحد میں روایات موجود ہیں:

جیسا کہ ایک مرتبہ نبی کریم ﷺ نے حضرت خدیفؓ اور ان کے قبیلہ کے لوگوں سے فرمایا کہ ”مجھ پر قرآن کا ایک حزب طاری ہو گیا“ (یعنی قرآن کی ایک منزل پڑھنا معمول بن گیا تھا) نبی کریم ﷺ کی یہ بات سن کر حضرت خدیفؓ نے پختہ ارادہ کر لیا کہ وہ اس وقت تک گھر نے نہیں نکلیں گے جب تک اس حزب کو پورا حفظ نہ کر لیں گے چنانچہ انہوں نے صحابہ کرامؓ سے قرآن کے حربوں یا منزلوں کے متعلق پوچھا کہ وہ قرآن مجید کو حربوں اور منزلوں میں کس طرح تقسیم کرتے ہیں تو صحابہ کرامؓ نے فرمایا کہ وہ قرآن مجید کی منزلیں تین، پانچ، سات، نو، گیارہ، اور تیرہ سورتوں کی کیا کرتے ہیں اور آخری منزل مفصل سورہ قؑ سے آخر تک کرتے ہیں۔ (۲۴)

اسی طرح سے حضرت خدیفؓ نبی کریم ﷺ کے عمل کو بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے نماز میں بقرہ، آل عمران، النساء، اور مائدہ کو اسی ترتیب کے مطابق تلاوت فرمایا۔ (۲۵) ایک اور روایت میں نبی کریم ﷺ نے زھراوین ”بقرہ اور آل عمران“ پڑھنے کی تلقین فرمائی اور ان کے فضائل بیان کیے۔ (۲۶) مذکورہ روایات سورتوں کی ترتیب پر واضح طور پر دلالت کرتی ہیں۔

صاحب کتاب المبانی کا رحیمان بھی تیرے قول کی طرف ہے جیسا کہ آپ نے فصل کا آغاز ہی اس بحث سے کیا کہ قرآن مجید کی ترتیب بھی اللہ عزوجل کی طرف سے ہے۔ اس میں ذرا برابر بھی کمی بیشی نہیں ہوئی کیونکہ اللہ رب العزت نے اس کی حفاظت کا ذمہ لیا ہے فرمایا:

”إِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الْدُّكْرَ وَإِنَّا لَهُ لَحَافِظُونَ۔ (۲۷)

”ہم نے ہی یہ ذکر نازل کیا ہم ہی اس کی حفاظت کرنے والے ہیں۔“

پھر آپ نے ان تمام کوششوں کا ذکر کیا جو کتابت اور حفاظت قرآن میں صحابہ کرامؓ نے سرانجام دیں۔ ایک ایک حرف اور لفظ کو محفوظ کیا اور کسی پہلو سے بھی غفلت نہیں بر تی۔ لکھتے ہیں:

وَفَرْدَوْاعِي هَذِهِ الْأَمَةِ عَلَى نَقْلِ الْقُرْآنِ الْيَنَاوْتُولِي حِرَاسَتِهِمْ، وَوَفْقَ قِرَاءَهُمْ لِحَفْظِهِ

وتلقینہ الناس حتی نقلوا الینا الهمز۔ الشقيلة والخفيفة ومیزو ابین اطالۃ المشبعة واللطيفة، واستقصوافی حفظ الاشمام علی المعلمین، فرق ووابین الاشمام وروم الحركة، وهو صفة لبعض الحركات على الحروف، وغير ذلك من الدقائق التي يطول الكتاب بذكرها، فكيف يجوز ان يتوهّم على من هذه صفتهم في التوفّر على حفظ القرآن انهم غفلوا اغفلتهم عن سور کثیرة وآيات ذوات عدد عدٍ عدد. (۲۸)

الله تعالیٰ نے اس امت کو قرآن مجید کے پہنچانے کے وافر مرکات عطا فرمائے جس نے اس کی حفاظت کا ذمہ اٹھایا اور امت کے حفاظ کو اس کے حفظ کرنے اور لوگوں کو اس کی تلقین کرنے کی توفیق بھی عطا فرمائی یہاں تک کہ انہوں نے حمزہ شقیلہ اور حمزہ خفیفہ کو بھی ہم تک پہنچایا اور مشبعة اور طفیلہ کے درمیان امتیاز سے بھی آگاہ کر دیا اور معلمین کے لیے اشمام کو حفظ کرنے کے طریقے سمجھائے، اشمام اور روم میں فرق کو واضح کیا جو حروف پر آنے والی بعض حركات کی صفت ہے اور اسی طرح کے دیگر بہت سے نکات بیان کر دیئے ہیں جن کا ذکر کتاب میں طوالت کا باعث ہو گا۔ چنانچہ اس امت کے بارے میں یہ گمان کرنا کیسے جائز ہو سکتا ہے کہ انہوں نے بہت سی سورتوں اور آیات کے بارے میں کسی بھی قسم کی غفلت برتنی ہو گی حالانکہ ان کا خاص وصف ہی قرآن مجید کو کثرت کے ساتھ حفظ کرنا ہے۔

کاتبین وحی آپ ﷺ کی بتائی ہوئی ترتیب کے مطابق قرآن کی کتابت فرماتے تھے۔ مؤلف گرامی اپنی سند کے ساتھ حضرت زید بن ثابتؓ کا قول نقل کرتے ہیں:

فانه اخبرنى غير واحد عن الشیخ ابی سهل الانماری قال: حدثنا محمد بن نصر الطالقانی قال: حدثنا محمد بن الفضل بن نباتة، قال: حدثنا یحیی بن اسحاق السالخونی قال حدثنا یحیی بن ایوب، عن ابن سرین، عن یزید بن ابی حبیب ان عبدالرحمن بن شمسة المھری اخبره، عن زید بن ثابت قال: بینما نحن حول رسول لله ﷺ نؤلف القرآن من الرقاع. (۲۹)، (۳۰)

پس مجھے بہت سے لوگوں نے بتایا کہ شیخ ابی سهل الانماری نے کہا ہمیں محمد بن نصر الطالقانی نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ محمد بن الفضل بن نباتة نے بیان کیا، انہوں نے کہا ہمیں تکی بن اسحاق السالخونی نے کہا ہمیں تکی بن ایوب نے بیان کیا، وہ روایت کرتے ہیں اہن سرین سے، اور وہ روایت کرتے یزید بن ابی حبیب سے کہ عبدالرحمن بن شمسة المھری نے بتایا کہ زید بن ثابت سے مروی ہے انہوں نے کہا کہ ہم رسول اللہ کے پاس قرآن کو کاغذ کے نکڑوں سے جمع کرتے تھے۔

قرآن کریم کی ترتیب تو قیفی ہے اللہ عزوجل نے آپ ﷺ کو اور آپ ﷺ نے صحابہ کرامؐ واس کی ترتیب سے آگاہ فرمایا۔ آپ علیہ السلام کی رحلت کے بعد دور صدیقی میں ترتیب تو قیفی کے ہی مطابق قرآن کریم کی کتابت ”بین الدقین“ ہوئی جس کا سبب جنگ یامہ میں ستر حفاظت کی شہادت تھا۔ (۳۱)، پھر عہد عثمانی میں قراءت کے اختلاف کو حل کرنے کے لیے تمام وجہ کو مصافح عثمانی میں جمع کر دیا گیا اور انہیں مصافح کی مختلف نقول تیار کی گئیں۔ (۳۲) صاحب کتاب المبانی نے دور نبوی ﷺ اور دور صدیقی و عثمانی میں قرآن کریم کی ترتیب تو قیفی کے التزام کے دلائل نقل کیے جن کا خلاصہ چند نکات میں درج ذیل ہے: (۳۳)

۱۔ سورتوں کی ترتیب تو قیفی ہے رسول ﷺ نے سورہ براءۃ کے شروع میں بسم اللہ لکھنے کا حکم نہیں دیا بلکہ اسے بغیر بسم اللہ کے ہی رہنے دیا گیا۔

۲۔ حضرت ابن عباسؓ سے مردی ہے کہ آخر میں نازل ہونے والی آیت ”وَأَنْقُوا يَوْمًا تُرْجَعُونَ فِيهِ إِلَى اللَّهِ“، ”اور اس دن سے ڈرو جس میں تم اللہ کی پیشی میں لائے جاؤ گے“ ہے جبکہ ترتیب تو قیفی کے مطابق سورہ بقرہ کی ۲۸۱ نمبر آیت ہے۔

۳۔ روایات سے ثابت ہے کہ سب سے پہلے نازل ہونے والی سورہ علق کی پہلی پانچ آیات ہیں جبکہ ترتیب تو قیفی کے مطابق سورہ فاتحہ سے کلام اللہ شریف کا آغاز ہوتا ہے۔

۴۔ نبی کریم ﷺ نماز اور مختلف اوقات میں ترتیب تو قیفی کے مطابق ہی تلاوت فرمایا کرتے تھے۔

۵۔ دور صدیقی اور دور عثمانی میں بھی ترتیب تو قیفی کا ہی لحاظ رکھا گیا ہے اس بات پر حضرت زیدؑ کے الفاظ سے دلالت ہوتی ہے کہ سورہ براءۃ کی دو آیات پر شہادت آخر میں ملی مگر ان کو سورہ براءۃ میں ترتیب تو قیفی ہی کے مطابق لکھا گیا اور یہی معاملہ سورہ الحزاب کی آیت کا ہے۔

۶۔ قراءہ سبعہ (۳۲) کی متصل اسناد کے ساتھ صحابہ کرامؐ سے اسی ترتیب پر قرآن کی تلاوت ثابت ہے مؤلف نے فصل کے اختتام پر حضرت ابی بن کعبؓ سے مردی روایت نقل کی ہے جس میں ۱۱۱ سورتوں کے ترتیب تو قیفی کے مطابق نتائیں بیان ہوئے ہیں اس روایت سے قرآن کی ترتیب تو قیفی پر استدلال ہوتا ہے۔

قرآن مجید ہر قسم کی کمی بیشی سے محفوظ ہے:

صاحب کتاب المبانی نے دوران بحث معتبرین کے رد کو ضروری خیال کرتے ہوئے باقاعدہ فصل قائم کی کہ ”قرآن ہر طرح کی کمی بیشی سے محفوظ ہے“ اور مخالفین اسلام کو مدلل جواب دیئے۔ دوران بحث آپ کا منیج

منظرا نہ ہے۔ آپ اعتراض کو سوال کی صورت میں بیان کرتے ہیں اور پھر اس کا عقلی نقی دلائل سے تفصیلی جواب نقل کرتے ہیں۔ چند اعتراضات بعده جوابات درج ذیل ہیں۔

سعید بن میسیب سے مردی ہے کہ حضرت عمر بن خطاب نے فرمایا: اے لوگو! تمہارے لیے طریقہ مسنون کیے گئے لیکن تم نے واضح کوچھ وڑ دیا مگر یہ کہ تم لوگ دائیں باسیں بھٹک گئے۔ آیتِ رجم کے حوالے سے گمراہ نہ ہونا۔ کیونکہ رسول ﷺ نے بھی رجم فرمایا اور پھر ہم نے بھی، سو ہرگز ہرگز یہ نہ کہنا: کہ ہم کتاب میں دو حدیں نہیں پاتے ہیں۔ بیشک وہ نازل ہو چکی ہیں اور ہم نے اسے پڑھا ہے "الشَّيْخُ وَالشَّيْخُ فَارِجُوا مَا الْبَيْتُ" اور اگر یہ نہ کہا جاتا کہ عمر نے خود سے اضافہ کر دیا کتاب اللہ میں تو البتہ میں اس کو اپنے ہاتھ سے لکھ دیتا۔ (۳۵)

آپ نے ایسی ہی دو اور روایات نقل کی ہیں پھر لکھتے ہیں کہ مددین نے اس طرح کی روایات کو بنیاد بنا کر کہا کہ قرآن کی بنیاد ہی صحیح نہیں اور اپنی مرضی سے اس میں چیزیں شامل کی گئی ہیں۔ آپ نے اس کامل جواب رقم کیا جس کا خلاصہ چند نکات میں درج ذیل ہے: (۳۶)

- ۱۔ یہ تواخبر آحاد ہیں اور خبر واحد کے ذریعے تواتر سے ثابت شدہ روایات پر اعتراض جائز نہیں ہے۔
- ۲۔ قرآن کریم کاظم مججزانہ حیثیت رکھتا ہے اور غیر کے کلام کاظم اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ وہ قرآن نہیں ہے، کیونکہ وہ قرآن کے نظم میں شامل نہیں ہو سکتا۔
- ۳۔ اور حضرت عمرؓ فرمانا: "کہ یہ نہ کہا جائے کہ عمر نے کتاب اللہ میں خود سے اضافہ کر دیا ہے تو البتہ میں اس کو اس میں اپنے ہاتھ سے لکھ دیتا۔" یہی بات دلالت کرتی ہے کہ اگر وہ قرآن کا حصہ ہوتی تو آپ اسے ضرور مصحف میں ثبت فرمادیتے اور لوگوں کی وجہ سے اسے نہ کوچھ وڑ دیتے۔ حضرت عمرؓ کا مقصد اپنے اس قول سے رجم کے وجوب اور اس کی فرضیت کو ثابت کرنا تھا نہ کہ اس بات کو کہ یہ کلام مصحف میں موجود قرآن میں سے ہے۔
- ۴۔ حضرت عمرؓ تو حضرت ابو بکرؓ کو جمع قرآن اور اس کی حفاظت پر ابھارتے تھے، تو یہ کیسے ممکن ہے کہ آپ جمع قرآن کا شوق بھی رکھتے ہوں اور پھر جس کلام کا قرآن ہوتا ثابت ہوا سے کوچھ بھی دیں؟
- ۵۔ ہو سکتا ہے کہ یہ وحی غیر مملو ہو۔ اس کا حکم تو اللہ تعالیٰ کے امر کی وجہ سے ثابت ہے لیکن مصحف میں لکھنا ثابت نہیں۔

آپ نے حضرت ابی بن کعبؓ سے مردی روایات نقل کی ہیں جن میں سورہ اعراف، سورہ احزاب اور سورہ لم یکن کے طویل ہونے کا ذکر پایا جاتا ہے۔ مثلاً ایک روایت میں ہے کہ زر بن حبیش سے منقول ہے کہ ابی بن کعبؓ نے پوچھا: سورہ اعراف کی کتنی آیات ہیں؟ میں نے کہا تھا تیریا بہتر۔ فرمایا کپی بات؟ میں نے کہا: بالکل، فرمایا:

بخاریہ تو سورہ بقرہ کے متوازی تھی، یہ بہت لمبی تھی اور اس میں آیت رجم تھی۔ میں نے پوچھا: اے ابوالمندر آیت رجم کون سی ہے؟ فرمایا: "اذا زنى الشیخ والشیخة فارجموا هما البتة نکالا من الله، والله عزیز حکیم۔" ایسی روایات کو بنیاد بنا کر الزامات گھٹرنے والوں کو جواب دیتے ہیں کہ حدیث صحیت کے اس درجہ کی نہیں کہ قابل ججت ہو، اہل نقل نے اس کی سند کو ضعیف قرار دیا ہے۔ دوسرے یہ کہ بالفرض اگر صحیح بھی ہو تو احتمال ہے کہ اس کا معنی یہ ہو کہ اس کی تفسیر سورہ بقرہ کے متوازی تھی اور اس کی تفسیر میں رجم کا ذکر ہو۔ تیسرے یہ کہ ہر وہ کلام جو میں الدقین مکتب نہیں لیکن اس کے متعلق روایت موجود ہو کہ وہ قرآن ہے یا نازل شدہ وحی ہے، تو وہ اس جنس میں سے ہو گا جو منسوخ ہو چکا ہے آیتِ رجم کا رسم تو منسوخ ہو چکا ہے لیکن اس کا حکم باقی ہے۔ چوتھے یہ کہ وہ ان سنن کے مرتبہ میں ہے جو قرآن کے علاوہ آپ ﷺ کی طرف وحی فرمائی گئی۔ پانچویں نمبر پر آپ نے بڑی قوی دلیل پیش کی ہے وہ یہ کہ ابو جعفرؑ کی قراءت متصل ہے ابن عباس، ابو ہریرہ، ابن مسعود رضی اللہ عنہم سے، اور ان سب نے حضرت اُبی بن کعبؓ سے پڑھا۔ ایسے ہی ابن کثیرؑ کی قراءت متصل ہے مجاهدؓ سے اور مجاهدؓ نے ابن عباسؓ سے پڑھا اور انہوں نے حضرت اُبیؓ سے، ایسے ہی ابو عمرؑ کی قراءت بھی متصل ہے مجاهدؓ سے اور سعید بن جبیرؓ سے اور ان دونوں نے بھی ابن عباسؓ سے پڑھا ہے اور حضرت ابن عباسؓ نے حضرت اُبیؓ سے۔ یہ آئندہ دین شد، مد، جزم تک یاد رکھتے ہیں۔ تو اگر حضرت اُبیؓ کی قراءت میں وہ سب کچھ ہوتا تو آپ نے انہیں بھی پڑھایا ہوتا اور وہ اس کو روایت کرتے اور مکمل الفاظ کے ساتھ یاد رکھتے۔ (۳۷)

مصاحف و قراءات کا اختلاف اور اس کی کیفیت:

گزشتہ مباحث ترتیب قرآن، حفاظت قرآن اور اس حوالے سے معتبرین کے رد پر مشتمل تھیں، اس بحث میں اختلاف مصاحف و قراءات پر طعن کرنے والوں کو مدل جواب دیئے گئے ہیں بحث کا آغاز ان الفاظ میں کرتے ہیں:

"اختلف مصحف اهل المدينه وال العراق في اثنى عشر حرفاً مصحف اهل الشام و اهل العراق في نحو من اربعين حرفاً، و مصحف اهل الكوفه والبصرة في خمسة احراف۔" (۳۸)
اہل مدینہ اور عراق کے مصاحف میں بارہ حروف میں اختلاف موجود تھا اور جبکہ اہل شام اور اہل عراق کے مصاحف میں تقریباً چالیس حروف میں اختلاف تھا اور اہل کوفہ اور بصرہ کے مصاحف کے مابین پانچ حروف میں اختلاف تھا۔

آپ نے اپنی بات کی وضاحت میں مدینہ، شام، بصرہ اور عراق کے مصاحف کے اختلاف کی مثالیں پیش کی ہیں۔ مصاحف کے مختلف فیہ احرف کا ذکر کرنے کے بعد مؤلف نے ان کی تو قیفیت کے اثبات میں دلائل دیے کہ اختلاف مصاحف و قراءات کی وجہ سے کسی قسم کا طعن نہیں کیا جاسکتا تمام کے تمام احراف صحت و ایقان میں قوی ہے اور ان تمام قراؤں کی تعلیم نبی کریم ﷺ نے مختلف اوقات میں فرمائی ہے۔ اور اس اختلاف میں کاتب کی طرف سے کسی قسم کے سہویالا پرواہی کا احتمال نہیں پایا جاتا۔ صاحب کتاب المبانی کے الفاظ یہ ہیں:

فهذه الأحرف التي اختلف فيها المصاحف، وكلها صحيحة المعنى متفقة الفحوى، لا
مطعن للطاعن فيها، والدليل على ان هذه الحروف المختلفة فيها كتبت على الصحة والايقان،
والعمد والقصد، والا يثار لحفظ قراءة تين على المسلمين قراها كلتهمما رسول الله ﷺ فى
وقتین من اوقات مختلفة، وان الذى وقع من النقص والزيادة والتبدل لم يكن عن سهو ناقل،
ولا لاسقط ناسخ غافل هو ان جملتها يجمعها الصحة والبيان، ولكن حرف منها شاهد من
البرهان، وحججة من الحق والرجحان. (٣٩)

یہ وہ حروف ہیں جس وجہ سے مصاحف میں اختلاف ہوا اور یہ سب کے سب صحیح معنی اور قوی مضمون پر مشتمل ہے۔ مفترض کے لیے اس میں کسی طعن کی گنجائش موجود نہیں اور اس بات کی دلیل یہ ہے کہ مختلف حروف صحت و ایقان کے ساتھ عدم اقصد اسلام انوں کے لیے مختلف قراؤں کو محفوظ کرنے کی غرض سے ضبط تحریر میں لائے گئے ہیں جن قراؤں کو آپ ﷺ نے مختلف اوقات میں سے اپنے اپنے وقت پڑھا ہے۔ اس میں کسی بیشی اور بدلو جو بظاہر نظر آتا ہے وہ نقل کرنے والے کے سہو و نسیان کا نتیجہ نہیں اور یہاں کسی بھی مصحف میں کسی حرف کے سقوط کا سبب غفلت ولا پرواہی نہیں، مصحف کو پورے کا پورا صحت و بیان کے ساتھ جمع کیا گیا ہے اور اس کا ہر حرف برهان کا ثبوت، حق اور رجحان کی دلیل ہے۔

اس کے بعد آپ نے قراءات اور مصاحف کے اختلافات کا دفاع کیا، اختلافات کی علل کو بیان کیا اور ان کے لیے عربی لغت اور ادب سے دلائل فراہم کیے ہیں۔

اختلاف قراءات:

ماہرین لغت نے قراءات کے معنی پڑھنا، جمع کرنا اور ضم کرنا لکھے ہیں۔ (٤٠) قراءات کی اصطلاحی تعریف کرتے ہوئے علامہ زرشی لکھتے ہیں:

”القراءات هي اختلاف الألفاظ الوحي المذكور في كتبة الحروف أو كيفية من تخفيف و تقليل وغيرها.“ (۲۱)

یعنی وحی قرآن کے الفاظ اور اس کی کیفیات مثلاً: کلمہ کی تخفیف یا تشدید سے پڑھے جانے میں اختلاف کا نام قراءات ہے۔

قراءات سینہ بہ سینہ منتقل ہوئیں اور اس میں روپ و نقل اور سامع کا عنصر یہ ثابت کرتا ہے کہ ان کی حیثیت تو قیفی ہے، ان میں قیاس یا رائے کا قطعاً کوئی دخل نہیں ہے۔ یہی وجہ ہے کہ تمام قراءاء کرام نے اپنی قراءات کی نسبت صحابگی طرف کرتے ہیں اور سب اپنی اسناد کو رسول اللہ ﷺ سے مربوط کرتے ہیں، چنانچہ عاصمؓ نے اپنی قراءات کی سند حضرت علیؓ اور ابن مسعودؓ کی طرف کی ہے ابن کثیرؓ اور ابو عمرو ابن العلاءؓ نے حضرت ابی بن کعبؓ کی طرف اور عبد اللہ بن عامرؓ نے حضرت عثمانؓ کی طرف نسبت کی ہے۔ ان سب نے آپ ﷺ سے قرآن پڑھا ان قراءات کی اسناد متعلق اور رجال نفقہ ہیں۔ (۲۲)

صاحب کتاب المبانی نے مقدمہ کی چھٹی فصل اختلاف قراءات پر طعن کرنے والوں کے رد میں تحریر کی۔ فصل میں آپ کا منیج یہ ہے کہ آپ سب سے پہلے آیت کا عربی متن اور اس کی قراءات تحریر کرتے ہیں پھر اس پر کیے گئے اعتراض اور طعن کو نقل کرتے ہیں اور اس کے بعد اعتراضات کا تفصیلی جواب رقم کرتے ہیں جواب کے لیے آپ قرآن کریم کی کئی دیگر آیات صرف نحو کے اصول و قوانین سے پرزو راست دلال کرتے ہیں مثلاً ”ملِکِ يَوْمِ الدِّين“ (۲۳) کی قراءات کے حوالے سے لکھتے ہیں:

زعم خصوم اهل الحق: ان قراءات من قراءات: مالک يَوْمِ الدِّين "بالف تخالف هجاء المصحّف، اذ خط المصحف الالف غير مرسمة فيه: وقالوا: لو كانت الالف لازمة في اللفظ لم تسقط من الخط هنا كما لا تسقط من قوله: عبد الله مالك الدنانير والدرارم." (۲۴)
یعنی الہ حق کے نفیانگین کا گمان ہے کہ ”مالک يَوْمِ الدِّين“ کی قراءات الاف کے ساتھ مصحف کے جماء کے مخالف ہے اس لیے کے مصحف کے خط میں الاف نہیں لکھا ہوا ہے اور وہ کہتے ہیں اگر الاف لفظوں میں لازمی ہوتا تو یہاں خط سے بھی نہ گرا یا ہوتا۔ جیسا کہ عرب کے ان الفاظ میں ساقط نہیں ہے۔ ”عبد الله مالک الدنانير والدرارم.“

صاحب کتاب المبانی جواب میں لکھتے ہیں کہ لغوی دلائل اور الہ نحو کے بیانات سے قبل قرآنی آیت سے

ہی ان پر رد ہوتا ہے، ارشاد باری تعالیٰ ہے۔ ”قُلِ اللَّهُمَّ ملِكُ الْمُلْكِ“ (۲۵) پس بے شک اس میں افخط میں تو ساقط ہے اور قراء کے اجماع سے لفظاً ثابت ہے کہ قاری نے ملک الملک نہیں پڑھا اور نہ ہی کسی نجومی نے اسے جائز قرار دیا ہے۔ سوان کا اعتراض باطل ہے۔ پھر آپ نے لغوی اور نجومی دلائل دیتے ہیں۔ (۲۶)

۱۔ ”ملک یوم الدین“ اور ”ملک الملک“ وصفات ہیں جو تنہا اللہ تعالیٰ کی ہی ہیں تو ان دونوں میں ہر ایک الرحمن کے طریق پر جاری ہوگا۔ جبکہ مالک الدراهم والدنانیہ اوصافِ مخلوق میں سے ہے اور کسی ایک کے ساتھ مختص نہیں۔

۲۔ سورہ فاتحہ کی تلاوت ہر نماز میں لازم ہے۔ اور کثیر الاستعمال میں درست را یہ ہے کہ اس میں تخفیف ہو۔

۳۔ ملک یوم الدین اور ملک الملک دونوں لفظتوان کی لغت پر ہیں جو کہتے ہیں ”ملک“، لیکن پڑھے ان کی لغت کے مطابق ہے جو مالک کہتے ہیں۔

۴۔ تخفیف ہے اور حذف یا، واو اور الف ہے۔

۵۔ اصحاب رضی اللہ عنہم نے کتابت کے دوران عربی کے رسم الخط کا لحاظ کیا ہے۔ اس کے علاوہ آپ نے اختلافِ قرأت کی اور بہت سی مثالیں پیش کی ہیں۔ اور لغوی اور نجومی دلائل کے ساتھ ان کا مکمل دفاع کیا ہے۔

تفسیر و تاویل اور محکم متشابہ کا بیان:

تفسیر باب تعلیل سے ہے اس کا مادہ ”فر“ ہے باب نصر اور ضرب دونوں سے آیا ہے۔ اس کے معنی ظاہر کرنا، کھول دینا اور بے حجاب کرنا کے ہیں (۲۷)۔ تفسیر کی اصطلاحی تفسیر کرتے ہوئے علامہ زکریٰ رقطراز ہیں:

النَّفَسِيرُ عَلَمٌ يَعْرُفُ بِهِ فَهِمُ كِتَابَ اللَّهِ الْمَنْزُلَ عَلَى نَبِيِّهِ مُحَمَّدٌ عَلَيْهِ السَّلَامُ وَبِيَانِ مَعَانِيهِ،
وَاسْتَخْرَاجِ أَحْكَامِهِ وَحُكْمِهِ۔ (۲۸)

یعنی تفسیر ایسا علم ہے جس سے کتاب اللہ کا فہم حاصل ہونے کے ساتھ ساتھ اس کے معنی کی وضاحت ہوتی ہے اور اس کے ذریعے قرآن کے احکام اور حکمتوں کا استخراج ہوتا ہے۔

مؤلف نے تفسیر و تاویل اور محکم و متشابہ و مختلف عنوانات کو ایک فصل میں اکٹھا کیا ہیں، فصل کے آغاز میں آپ نے تفسیر و تاویل کے مفہوم اور ان میں فرق کو واضح کرنے کی کوشش کی ہے۔ جیسے کہ تفسیر لفظ کو واضح کرنا ہے اور تاویل جس معنی کا احتمال پایا جائے اسے جانا ہے۔ تفسیر میں آیت کا ظاہری مطلب سماع کی مدد سے جانا جاتا

ہے، جبکہ تاویل میں گہرائی میں جا کر مراد کی ٹوہ لگائی جاتی ہے لکھتے ہیں:

التفسیر؛ ابانة حکم اللفظ، والتاویل؛ تحمیله ما هو يحتمله من المعنى
 وقيل: التفسير ظاهر معنی الآية، والتاویل؛ يقع على مراد الله تعالى، ولا يوقف عليه
 الابالسماع، وقيل على ضده؛ ان التاویل ظاهر معنی الآية، والتفسير يقع على مراد الله تعالى،
 ولا يوقف عليه الابالسماع. (٣٩)

تفسیر کا مطلب لفظ کے حکم کو واضح کرنا اور تاویل ایسے معنی کو بیان کرنا ہے جس کا احتمال اس لفظ میں موجود ہو۔ اور یہ بھی قول ہے کہ تفسیر سے مراد آیت کا معنی ظاہر کرنا اور تاویل وہ ہے جو اللہ تعالیٰ کی مراد کو لازم ہوتی ہے جس کو سنن بغیر سمجھانے جاسکے اور بعض نے اس کا عکس مراد دیا ہے یعنی تاویل آیت کے معنی کو ظاہر کرنے کا نام ہے اور تفسیر اللہ تعالیٰ کی مراد کے ساتھ خاص ہونے کا نام ہے اور جس سے واقفیت کا ذریعہ صرف سماع ہے۔
 پھر آپ نے ایک مفسر میں جن خوبیوں اور خصلتوں کا پایا جانا ضروری ہے انہیں دس نکات میں بڑے منظم انداز میں پیش کیا ہے۔ خلاصہ ذیلی سطور میں درج ہے: (۵۰)

ایک مفسر کے لیے الفاظ قرآن کے ظاہری مفہوم کے ساتھ ساتھ علوم القرآن کے مباحث اختلاف قرات، اسبابِ نزول، ناسخ و منسوخ اور سلف و خلف کے تغیری اصولوں کا جانتا ضروری ہے، اس کے علاوہ لغت عرب اور نحو اعراب اور فقه و اصول سے واقفیت لازم ہے۔ اخلاقی خوبیوں میں اخلاص، توکل، باطنی تذکیر اور زہد و تقوی سے مزین ہونا چاہے۔ آپ نے ان دس شرائط کی تائید میں وارد آیات و احادیث کو بھی قلم بند کیا ہے۔
 حکم سے مراد وہ آیات ہیں جن کے مفہوم کے بارے میں عربی زبان کے ماہر شخص کو کسی قسم کا کوئی تردید اور تذبذب نہ ہو۔ اور اس کا معنی و مفہوم، واضح اور صریح ہو اور اس صریح معنی کے علاوہ اس کا کوئی دوسرا مفہوم ہو جی نہ سکتا ہو۔ جبکہ متشابہ آیات وہ آیات ہیں جن سے یہ وقت دو معانی مراد دیے جاسکتے ہیں۔ اور ظاہر ایسا کوئی ترینہ موجود نہ ہو جس سے ایک معنی کے حق میں فیصلہ کیا جا سکتا ہو۔ (۱۵)

صاحب کتاب المبانی مکرم اور متشابہ کی وضاحت کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ قرآن کریم کی وہ آیات جن میں کسی قسم کا احتمال نہیں پایا جاتا، ان کا مفہوم اور مراد بالکل واضح ہے وہ حکم ہے۔ مثلاً **قُلْ هُوَ اللَّهُ أَحَدٌ** (۵۲) (کہوا اللہ ایک ہے)، **قُلْ تَعَالَوْا أَتُلُّ مَا حَرَمَ رَبُّكُمْ عَلَيْكُمْ** (۵۳) (اے نبی ان سے کہو کہ آؤ میں تمہیں سناؤں کہ کیا تم پر تمہارے رب کی طرف سے حرام کیا گیا ہے) اور ان کے مقابل وہ آیات جن کے مفہوم میں بعض

وجوہ کا احتمال پایا جاتا ہو، تتشابہ کہلائے گی مثلاً: وَجَاءَ رَبُّكَ وَالْمَلِكُ (۵۲)، (اور جب آیات مہارے رب کا حکم اور فرشتے) عَلَىٰ مَا فَرَّطُ فِي جَنِبِ اللَّهِ (۵۵)، (میری اس تفسیر پر جو میں اللہ کی جانب کرتا رہا)۔ (۵۶)

بعض ازاں آپ نے قرآن مجید میں تتشابہ آیات کے نزول کے اسباب ذکر کیے ہیں مثلاً: (۵۷)

اول: یہ کہ تتشابہ آیات قرآن کریم کی فصاحت و بلاغت کی دلیل ہے قرآن عرب میں جن لوگوں کے درمیان نازل ہو رہا تھا وہ لوگ فصح و بلغ عربی زبان کا استعمال کرتے تھے اس لیے اللہ رب العزت نے قرآن پاک کو ایجاد، اطناب، اشارہ، کنایہ، تشبیہ، استعارہ اور بیان و بدیع جیسے متنوع اسالیب سے مزین کر کے نازل فرمایا۔ تاکہ عرب یہ نہ کہہ سکے کہ قرآن ہمارے مزاج کے موافق نہیں۔

دوم: یہ کہ مؤمنین کا ایمان مضبوط ہو وہ اس پر رک جائے اور انہیں اس کے جانے والے کی طرف لوٹا دے اس طرح ان کا ثواب بڑھ جائے گا جبکہ دوسرا طرف منافقین کے لیے تتشابہ آیات کو آزمائش بنایا گیا۔

سوم: اللہ رب العزت نے تتشابہ آیات کے ذریعے اہل علم کی ذمہ داری بڑھادی ہے کہ وہ انہیں محکم کی طرف لوٹائے اگر پورا کا پورا قرآن حکم ہوتا تو عالم اور جاہل میں فرق نہ رہتا۔

تفسیر قرآن کے جواز اور عدم جواز کی بحث:

آیات قرآنی کو کھوں کر بیان کرنا ان کی تشریع و توضیح کرنا انتہائی حساس معاملہ ہیں صحابہ کرام رضوان اللہ علیہ اور زہد و

اجمعین تفسیر قرآن کے حوالے سے محتاط رویہ رکھتے تھے مثلاً حضرت ابو بکر صدیقؓ کافرمان ہے؛

ساروی عن ابی بکر الصدیق رضی اللہ عنہ انه سئل عن قوله تعالى "وَكَانَ اللَّهُ عَلَىٰ كُلِّ شَيْءٍ مُّقِيتاً" (۵۸)، (اور اللہ ہر چیز پر قادر ہے) فقال: ای سماء تظلنى، و ای ارض تقلنى ان قلت في كتاب الله مالم أعلم". (۵۹)، (۶۰)

جو روایت کیا گیا ابو بکر صدیقؓ بے شک ان سے پوچھا گیا اللہ کے اس قول کے متعلق "وَكَانَ اللَّهُ عَلَىٰ كُلِّ شَيْءٍ مُّقِيتاً، پس وہ کہنے لگے کہ کون سا آسمان مجھ پر سایہ کرے گا کون سی زمین مجھے پناہ دے گی اگر میں قرآن کے بارے میں وہ کچھ کہوں جس کا مجھے علم نہیں۔

آپ لکھتے ہیں کہ اس طرح کے اقوال کو بنیاد بنا کر معتبر ضمین نے مفسرین عظام پر طعن کیا ہے۔ حالانکہ ان اقوال سے مراد تفسیر سے روکنا نہیں تھا، حضرت ابو بکرؓ کا یہ فرمان کمال احتیاط تھا چونکہ نبی کریم ﷺ کے رخصت ہو جانے کے بعد آپ امت کے راہنماء کے طور پر منتخب ہو چکے تھے اور آپ نہیں چاہتے تھے کہ لوگ قرآن میں اپنے

مختلف اقوال کی راہیں کھولیں آپ کی یہ احتیاط لوگوں کو گمراہی سے بچانے کے لیے تھی۔ (۲۱)

تفسیر قرآن کے جواز کو ثابت کرنے کے لیے ارشاد باری تعالیٰ نقل کرتے ہیں:

”کِتَابُ أَنْزَلْنَاهُ إِلَيْكَ مُبَارَكٌ لَّيَدَبَرُوا آيَاتِهِ“ (۲۲)

یہ ایک بڑی برکت والی کتاب ہے جو (اے نبی ﷺ) ہم نے تمہاری طرف نازل کی ہے تاکہ یہ لوگ اس کی آیات پر غور کریں۔

نبی کریم ﷺ نے اپنے اقوال، اعمال اور تقاریر سے قرآن کے مجملات کی وضاحت فرمائی ہے اس کے لیے صاحب کتاب المبانی نے نماز، روزہ اور حج کی مثالیں پیش کی ہیں۔ صحابہ کرامؓ کے تفسیری اقوال بھی نقل کیے ہیں اور لکھتے ہے کہ تفسیر قرآن کی ممانعت اس صورت میں ہے کہ اگر مفسر احادیث، مفردات کے معانی، عربی لغت، ہجاء، تعمیم و تخصیص اور وقت نزول کے احوال کو جانے بغیر تفسیر کرے گا، تفسیر کے لیے مشترک و موقول، ناخونسوخ، حکم و متشابہ اور غریب قرآن کو جانا بھی بہت ضروری ہے۔ (۲۳)

سبعہ احرف پر قرآن کا نزول:

کتب احادیث میں نبی کریم ﷺ کا یہ فرمان عالی شان موجود ہے ”ان هذالقرآن انزل على سبعة احرف“ (۲۴) (یہ شک یہ قرآن سات احرف پر نازل کیا گیا) صاحب کتاب المبانی نے اس مضمون کی کئی احادیث کو اپنی کتاب کا حصہ بنایا خاص طور پر بحث کا آغاز دو مشہور روایات عمر بن خطاب وہشام بن حکیمؓ کے درمیان سورۃ فرقان کی تلاوت میں پائے جانے والے اختلاف (۲۵) اور ابی بن کعبؑ (۲۶) والی روایت سے کیا۔ ان احادیث میں سبعہ احرف سے کیا مراد ہے؟ اس کی وضاحت میں علماء کے ہاں اختلاف پایا جاتا ہے اور متعدد اقوال ملتے ہیں۔ جیسا کہ ابن حبان نے اس بارے پتھریں، (۲۷) علامہ سیوطی نے چالیس (۲۸) اور علامہ مزرکشی۔ (۲۹) نے چودہ اقوال نقل کیے ہیں۔ مثلاً ایک قول یہ ہے کہ سبعہ احرف سے مراد سات قراءات ہیں (۳۰) یہ قول باطل ہے کیونکہ آپ ﷺ سے تو اس سے زیادہ قرأتیں منقول ہیں اگر انہیں سات تک محدود کر دیا جائے تو باقی متواتر قراءتیں کہاں جائیں گی؟ لہذا اس کی وضاحت میں علماء کی اکثریت نے یہ قول بھی اختیار کیا کہ سبعہ احرف سے مراد عرب کی سات فصح لغات ہیں ابو عبید قاسم بن سلام (۳۱)، ابن جریر طبری (۳۲) اور علامہ ابن عطیہ (۳۳) بھی اسی موقف کے حامی ہے۔ جبکہ تیسرا مشہور قول یہ ہے کہ سبعہ احرف سے مراد اختلاف قراءات کی سات نوعیتیں ہیں۔ اس قول کو اختیار کرنے والوں میں ابن قتبہ (۳۴)، ابو الفضل رازی (۳۵)، اور امام ابن جزری (۳۶) بھی شامل ہے

صاحب کتاب المبانی نے سبعہ احرف کی وضاحت میں منفرد موقف اختیار کیا ہے دیگر آراء میں آپ کی رائے کو انفرادیت حاصل ہے اور وہ یہ کہ ”قرآن مجید لغات عرب میں نازل ہوا اور ان لغات کے درمیان اختلاف کی سات وجوہ یا سات نوعیتیں ہیں“ (۷۷) (۷۸) مؤلف گرامی کے نزدیک اختلاف لغات کی سات وجوہ یہ ہیں:

- ۱۔ ابدال الفاظ: لفظ کا بدل، عرب میں صحیل کے لیے حوت اور سمک دونوں لفظ استعمال ہوتے ہیں اور قرآن مجید میں اس کی مثال گالْهُنِ الْمَنْفُوش (۷۸)، (رنگ برنگ کے دھنے ہوئے اون کی طرح ہوں گے) جسے کالصوفِ المَنْفُوش بھی پڑھا جاتا ہے۔
 - ۲۔ ابدال حروف: عرب میں اعطیت کو انتیت بھی پڑھا جاتا ہے اسی طرح قرآن میں الصِّرَاط (۷۹) (راستہ) کوں کے ساتھ بھی پڑھا جاتا ہے۔
 - ۳۔ تقدیم و تاخیر: قرآن مجید میں اس کی مثال ”فَيُقْتَلُونَ وَيُقْتَلُونَ“ (۸۰)، (وہ مارتے اور مرتے ہیں) ہے۔
 - ۴۔ حروف کی ویشی: قرآن مجید میں اس کی مثال ”مَا أَغْنِي عَنِي مَالِيَه“ (۸۱)، (آن میرا مال میرے کچھ کام نہ آیا) اور هَلَكَ عَنِي سُلْطَانِي (۸۲)، (میرا سارا اقتدار تم ہو گیا) ہے، جس میں ہاکا اثبات اور حذف دونوں ہیں۔
 - ۵۔ اختلافِ حرکات: قرآن مجید میں اس کی مثال ”بِالْبَخْل“ (۸۳)، (کنجوسی) اور البَخْل ہے۔
 - ۶۔ اختلاف اعراب: ”مَا هَذَا بَشَرًا“ (۸۴)، (یہ شخص انسان نہیں)، لغتِ حذیل کے مطابق بشرُوا ہے۔
 - ۷۔ لہجوں کا اختلاف: جیسے قَيم و اظہار، ادغام اور امالہ وغیرہ یہاں قرآن سے امالہ کی مثال یہ ہے، ”الضُّحَى وَاللَّيْلِ إِذَا سَجَحَى“ (۸۵) (تم ہے روزِ روشن کی اور رات کی جب کہ وہ سکون کے ساتھ طاری ہو جائے)۔
- آخر میں آپ ساری بحث کو ان الفاظ میں سمجھتے ہیں:
- ”فَهَذِهِ الْوَجُوهُ السَّبْعَةُ الَّتِي بِهَا اخْتَلَفَ لِغَاتُ الْعَرَبِ قَدْ أَنْزَلَ اللَّهُ بِالْخَلْفَهَا الْقُرْآنَ مُتَفَرِّقًا فِيهِ“ (۸۶)

یہ سات حروف دراصل لغات عرب میں اختلاف کی سات وجوہ ہیں اور اللہ تعالیٰ نے ان ہی سات وجوہ کے اختلاف پر قرآن مجید کو نازل فرمایا جو قرآن مجید میں مختلف مقامات پر موجود ہے۔

نزول قرآن و اجزاء قرآن:

فصل کا آغاز آپ نے ایک روایت سے کیا جس میں تمام آسمانی کتب کی تنزیل رمضان میں ثابت ہے۔
 ”عن قتادہ قال: انزلت صحف ابراہیم ثلاث لیالٰی من رمضان، وانزلت التوراة لست لیالٰی مضین من رمضان، وانزل الانجیل لثمان عشر لیلۃ من رمضان، وانزل الفرقان لاربع وعشرين من رمضان .“ (۸۷، ۸۸)

قتادہ سے روایت ہے فرماتے ہیں حضرت ابراہیم کے صحیفہ رمضان کی تین راتوں میں نازل ہوئے۔ اور توراة اس طرح نازل ہوئی کہ ابھی رمضان کی راتیں گزری نہیں اور انجیل رمضان کی اٹھارہ ہویں رات کو نازل ہوئی اور فرقان (قرآن مجید) چوبیں رمضان المبارک کو نازل ہوا۔

اس کے بعد روایت نقل کی ہے کہ اللہ عزوجل نے تمام آسمانی کتب کا علم قرآن کریم میں جمع فرمادیا ہے اور مفصل سورتوں کے ساتھ نبی کریم ﷺ کو فضیلت بخشی:

”قال رسول الله ﷺ اعطيت السبع الطول ؛ مکان التوراة، والمائين ؛ مکان الانجیل ، والثانی ؛ مکان الزبور و فضلہ بالمفصلج .“ (۸۹، ۹۰)

رسول ﷺ نے فرمایا مجھے سبع طوں (سورہ فاتحہ) دی گئی توراة کی جگہ اور انجیل کی جگہ متین (سویاں سے کچھ زیادہ آیات والی سورتیں) اور زبور کی جگہ مثنی والی سورتیں دی گئی۔

تلاوت کرنے کی غرض سے قرآن کریم کو مختلف اجزاء میں تقسیم کیا جاتا ہے جیسے نصف، ثلث، ربع وغیرہ صاحب کتاب المبانی بھی نصف اول کے بارے میں لکھتے ہیں:

”النصف الاول ينتهي الى بعض خمس و ستين آية من سوره الكهف حيث قال ؛ إنك لن تستطيع .“ (۹۱، ۹۲)

پہلا نصف سورہ الکھف کی پچھڑویں آیت ”إنك لن تستطيع“ پر ختم ہوتا ہے اور قرآن کے ثلث کے بارے میں تین اقوال نقل کیے ہیں۔ حماں کا قول ہے:

”الثلث الاول هذه الآية: وَعَدَ اللَّهُ الْمُنَافِقِينَ وَالْمُنَافِقَاتِ... إلَى قُولِه جَهَنَّمَ“ (۹۳)، (۹۴) اس کے بعد بالترتیب ارباع، اخہاس، اسداس، اثمان، اتساع اور اعشار کے بارے میں دو اقوال تحریر کیے ہیں۔ آیات حروف اور کلمات کی تعداد بھی بتاتے ہیں، اہم بات یہ کہ آیات کی تعداد کے بارے میں مکہ، کوفہ، بصرہ اور شام والوں کے اختلاف کا بھی ذکر کرتے ہیں۔

مقدمہ کتاب المبانی کے خصائص و امتیازات:

مقدمہ کتاب المبانی علوم القرآن کی اہم مباحث پر مشتمل ہے۔ مؤلف گرامی نے علوم القرآن میں سے ترتیب قرآن، جمع قرآن، سبعہ احرف، تفسیر و تاویل، محکم و متشابہ، نزول قرآن اور اجزاء قرآن پر سیر حاصل گنتگو کی ہے البتہ چند ایک مقام پر اختصار سے کام لیا گیا ہے۔ آپ نے احادیث، صحابہ و تابعین کے اقوال سے خوب استفادہ کیا ہے نقل روایت کو ترجیح دی ہے۔ اس کے علاوہ دوران بحث مناظر انداز ابھی اختیار کیا ہے اور اٹھائے جانے والے اعتراضات کے رد کو ضروری سمجھا ہے۔ مقدمہ کتاب المبانی کی خصوصیات و ممیزیات درج ذیل ہیں:

۱۔ روایات سے استدلال:

صاحب کتاب المبانی نے ہر بحث میں احادیث، اقوال صحابہ و تابعین سے خوب استدلال کیا بعض اوقات پوری بحث کو صرف روایات کی روشنی میں ہی بیان کر دیتے ہیں جیسا کہ آپ نے مقدمہ کی پہلی فصل میں چھ روایتیں بیان کی ہیں۔ (۹۵) روایات کو نقل کرتے ہوئے کبھی تو آپ پورے سلسلہ سنداہ اہتمام کرتے ہیں اور کبھی صرف صحابی اور تابعی کے ہی واسطے سے نقل کر دیتے ہیں۔ آپ نے روایات کو تحریر کرتے ہوئے اس کی صحت کا خیال نہیں رکھا۔ بعض اوقات خبط و ایقان کے لحاظ سے کمزور روایات کو بھی شامل کر لیا ہے۔ روایات کے حوالوں اور مصادر کا بھی اہتمام نہیں فرمایا۔

۲۔ احادیث کے طرق کو جمع کرنا:

اگر الفاظ کے معمولی اختلاف کے ساتھ ایک ہی حدیث مختلف طرق سے مل رہی ہے تو آپ اس حدیث کے طرق کو اکٹھا کر دیتے ہیں۔ حدیث ایک ہی دفعہ نقل کرتے ہیں اور حدیث میں اختلاف الفاظ کو بھی حفظ کرتے ہیں۔ مثلاً جمع مصاحف کے حوالے سے تین طرق کو اکٹھا کر کے ایک حدیث (۹۶) کو نقل کیا ہے:

شیخ ابو سہل انماری نے اپنی کتاب میں ذکر کیا ہے کہ ہمیں خبر دی شیخ امام ابو عبد اللہ محمد بن علی نے انہوں نے فرمایا ہمیں ابو الحسن علی بن عبد الرحمن بن ابی سرّی بکائی نے کوفہ میں بیان کیا۔ انہوں نے فرمایا مجھے حسن بن طیب بن حمزہ شجاعی نے بیان کیا، انہوں نے فرمایا مجھے جعہ بن عبد اللہ ابو بکر سلمی بلجنی نے بیان کیا۔ انہوں نے فرمایا ہمیں ابراہیم بن سعد ابن سعد زہری نے بیان کیا، انہوں نے فرمایا ہمیں مسلم بن شہاب

زہری نے بیان کیا عبید بن سباق سے اور انھوں نے زید بن ثابت سے شیخ انماری (دوسری سند) نے فرمایا اور ہمیں منصور بن عباس نے خبر دی، انھوں نے کہا! ہمیں حسن بن سفیان نے بیان کیا، انھوں نے کہا ہمیں سوید بن سعید انماری نے بیان کیا، انھوں نے فرمایا: ہمیں ابراہیم بن سعد نے بیان کیا، انھوں نے کہا: ہمیں ابن شہاب نے بیان کیا عبید بن سباق سے روایت کرتے ہوئے، شیخ انماری نے (تیسرا سند کے حوالے سے) فرمایا: اور ہمیں ابوعلی احمد بن محمد بن تجھی بحستانی نے خبر دی، انھوں نے فرمایا، ہمیں محمد بن حامد بن ہارون نے بیان کیا انھوں نے فرمایا، ہمیں علی بن عبدالعزیز نے بیان کیا، انھوں نے فرمایا، ہمیں ابومیظ نے بیان کیا، انھوں نے فرمایا، ہمیں عبد الرحمن بن مہدی نے بیان کیا ابراہیم بن سعد زہری سے روایت کرتے ہوئے اور انھوں نے عبید بن سباق سے (روایت کرتے ہوئے) کہ زید بن ثابت نے بیان کیا، فرمایا: حضرت ابو بکرؓ نے اہل یمامہ کی شہادت کے وقت مجھے پیغام بھیجا اور اس وقت حضرت عمرؓ آپ کے پاس تشریف فرماتھے، تو حضرت ابو بکرؓ نے فرمایا: بے شک عمر میرے پاس آئے اور کہا کہ یمامہ والے دن قرآن کے قرأت کے ساتھ بہت زیادہ خون ریزی ہوئی ہے اور مجھے ڈر ہے کہ کہیں تمام جگہوں میں قرأت کے ساتھ بہت زیادہ خون ریزی والا معاملہ ہوا اور قرآن کا بہت سا حصہ جاتا رہے اس لیے میری رائے یہ ہے کہ آپ جمیع قرآن کا حکم دیں۔ (۹۷)

ذکورہ بالاروایت میں ایک ہی مفہوم کی حدیث تین مختلف طرق جمع کر کے نقل کی گئی ہے۔ تینوں طرق شیخ ابو سہل انماری سے ہی شروع ہوتے ہیں اور سلسلہ سند کے دوران واسطے بدلتے ہیں۔

۳۔ اپنی سند کے ساتھ روایات:

صاحب کتاب المبانی کو یہ خصوصیت حاصل ہے کہ آپ نے اپنی سند سے روایات تحریر کی ہیں لیکن آپ اپنے استاذ سے صحابی تک سلسلہ سند کو بیان کرنے کے بعد روایت کو نقل کرتے ہیں۔ مثلاً مقدمہ کی تیری فصل میں تلاوت قرآن کے حوالے سے ایک روایت نقل کرتے ہیں:

”واخبرنا الشیخ محمد بن علی قال: اخبرنا محمد بن احمد بن جعفر، وابو منصور الحسن بن احمد قالا؛ اخبرنا محمد بن احمد بن حماد المعروف بابن ثله الفقیه قال: حدثنا ابو عیسیٰ الترمذی قال: حدثنا عبید بن اسپاط بن محمد القرشی قال حدثنا ابی عن مطرف، عن ابی اسحاق، عن ابی بردہ ، عن عبدالله بن عمرو قال : قلت : يارسول الله ﷺ، فی کم اقرء القرآن؟ قال اختمه فی شهر قلت انی اطیق افضل من ذلک، قال: اختمه فی عشرين، قلت

انی اطیق افضل من ذلک قال افضل من ذلک، قال اختمه فی خمس عشرة، قلت: انی اطیق افضل من ذلک قال : اختمه فی عشر قلت انی اطیق افضل من ذلک قال: اختمه فی خمس قلت انی اطیق افضل من ذلک، فما رخص لی” (۹۸)، (۹۹)

اور ہمیں شیخ محمد بن علی نے بتایا، انہوں نے فرمایا ہمیں محمد بن احمد بن جعفر اور ابو منصور حسن بن احمد نے بتایا، ان دونوں نے فرمایا: ہمیں محمد بن احمد بن حماد معروف ابن خلہ فقیہ نے بتایا، انہوں نے فرمایا: ہمیں ابو عیسیٰ ترمذی نے بیان کیا، انہوں نے فرمایا: ہمیں عبید بن اسپاط بن محمد قرشی نے بیان کیا، انہوں نے فرمایا: مجھے میرے والد نے مطرف سے روایت کرتے ہوئے بیان کیا، انہوں نے ابو بردہ سے انہوں نے ابو حاتم سے اور ابو حاتم نے حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے کہ انہوں نے فرمایا: میں نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ! میں کتنے عرصہ میں قرآن پڑھوں؟ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: تم اسے ایک مہینہ میں پورا کرو۔ میں نے عرض کیا میں اس سے زیادہ کی طاقت رکھتا ہوں، آپ ﷺ نے فرمایا! پندرہ دن میں پورا کرو، میں نے عرض کیا میں اس سے بھی زیادہ کی طاقت رکھتا ہوں، فرمایا پانچ دن میں پورا کرو، میں نے عرض کیا میں اس سے بھی زیادہ کی طاقت رکھتا ہوں، لیکن پھر آپ ﷺ نے (اس سے کم کی) مجھے رخصت نہیں عطا فرمائی۔

۳۔ عربی ادب سے استشہاد:

قرآن کو اللہ رب العزت نے فصح عربی زبان میں نازل فرمایا اور یہ عربی ادب کے اصول و قواعد اور نصاحت و بلاغت کی تمام تر خوبیوں کو سمیٹنے ہوئے ہیں۔ لہذا قرآن کریم کی تفسیر کرنے کے لیے ایک مفسر کے لیے لازمی امر ہے کہ وہ عربی ادب اور اس کے اصول و قواعد کو جانتا ہو۔ صاحب کتاب المبانی ان خوبیوں سے متصف تھے آپ سورہ فاتحہ کی آیت ”ملِکِ يَوْمِ الدِّين“ (۱۰۰) کے لفظ ملِک کے رسم میں سے الف ساقط ہونے کے دلائل عربی ادب سے دیتے ہیں۔

کہ عربی زبان میں الف کے ساتھ مالک کثرت اور مخلوق کے لیے لکھا جاتا ہے جیسے ”مالک الدر اہم والدنا نیں“ اور جب مالک ”خاص اللہ کے لیے لکھے گے تو“ الرحمن“ کے طریق پر آئے گا کہ الرحمن میں بھی الف ساقط ہے۔ (۱۰۱)

پھر آپ بطور استشہاد ایک شعر بھی پیش کرتے ہیں کہ ابو عبیدہ بن معمر بن ثنی سے مردی ہے کہ جب آشی

حرمان نے رسول اللہ ﷺ کی شانِ اقدس میں یہ شعر کہا:

إِلَيْكَ أَشْكُو دَرْبَمِنَ الدَّرْبِ يَا مَلِكَ الْمُلْكِ وَدَّثَارَ الْعَرَبِ

تَوَآءِلَكَ نَفْرِمَايَا: وَهُوَ اللَّهُ هُنَى هُنَى جُونَ تَهَا وَرَقْهَارَ هُنَى۔ (۱۰۲)

۵۔ لغوی اور نحوی دلائل:

قرآن کریم کی بہترین تفہیم کے لیے اور اس کوکھول کر بیان کرنے کے لیے لازم ہے کہ مفسر عربی لغت اور نحو کو خوب جانتا ہو پھر ہی وہ آیات کیوضاحت میں عربی لغت اور علم نحو سے استدلال کرے گا۔ صاحب کتاب المبانی کو عربی لغت، صرف اور نحو پر بھی مہارت حاصل ہے۔ آپ مقدمہ میں جا بجا صرفی و نحوی قواعد اور عربی لغت سے اپنی بات کو مضبوط کرتے نظر آتے ہیں۔ (۱۰۳)

۶۔ مناظر انداز:

صاحب کتاب المبانی کا مقدمہ میں انداز مناظرانہ ہے آپ مخالفین کے اعتراضات اور ازامات کو سوال کی صورت میں تحریر کرتے ہیں۔ اور پھر اس کا جواب نقل کرتے ہیں جو اب میں قرآن و حدیث سے دلائل کے ساتھ عقلی توجیہات بھی پیش کرتے ہیں اور اعتراضات کے سبق کو بھی واضح کرتے ہیں۔ مثلاً لکھتے ہے کہ مغرضین نے کہا کہ قرآن مجید کی جمع و تدوین نین الدین تیم دو رسالت میں کیوں نہ ہوئی؟ اگر اس میں خبر ہوتی تو وہ نبی کریم ﷺ اپنی موجودگی میں کرواتے آپ اس کا جواب رقم کرتے ہیں:

جب اللہ عزوجل نے آپ ﷺ سے وعدہ فرمایا تھا کہ قرآن آپ کو یاد رہے گا اور اللہ تعالیٰ اسے آپ ﷺ کے دل میں ثابت رکھیں گے تو آپ ﷺ کو اس کے بھول جانے سے امن ہو گیا تھا اپنی امت کو قرآن یاد کرواتے اور مسلسل ان کے سامنے پڑھتے اور انہیں پڑھاتے رہے۔ کبھی آپ ﷺ انہیں اس کے ذریعے وعظ فرماتے اور انہیں فرائض و احکام، تلاوت اور اس کی مناسب تلاوت فرماتے تو اس وجہ سے آپ ﷺ قرآن کو لکھنے اور جمع کرنے سے مستثنی تھے۔ اور مسلمان بھی بے نیاز تھے کہ قرآن کو مصحف یا صحائف میں اکٹھا کریں۔ کیونکہ رسول ﷺ ان کے درمیان موجود تھے لیکن جب رسول ﷺ اس دنیا سے پردہ فرمائے تو مسلمانوں کو حفاظت کے شہید ہو جانے کے سبب حاملین قرآن سے قرآن محفوظ ہو جانے کا اندریشہ ہوا تو انہوں نے اسے لکھا۔ (۱۰۴)

اس طریقہ تحریر سے آپ کا مقصد مغرضین کا رد اور ان کے شکوک و شبہات کو رفع کرنا تھا۔

۷۔ فصل کی نصل سے نظم و مناسبت:

علامہ صاحب مقدمہ کی اکثر فضول کے آغاز میں گزشتہ فصل کا خلاصہ تحریر کرتے ہیں اور دونوں فضول کا آپس میں نظم بیان کر کے اگلی بحث شروع کرتے ہیں۔ مثلاً پانچویں فصل اختلاف مصافح سے متعلق ہے اس میں آپ نے مصافح کے مختلف فیہ احرف کا ذکر کرنے کے بعد ان کی توفیقیت کے اثبات میں دلائل دیے ہیں چنانچہ چھٹی فصل اختلاف قراءات کے آغاز میں رقمطراز ہیں:

و اذ قد ذكرنا اختلاف المصافح وبَيْنَ الوجه فِي ذلِك ، وَ كشفنا العلل
وَ اوضحنَا المسالِك ، فَبِنَا ان نُشَرَعَ فِي اختلاف القراءات فَإِنَّهُ اِيضاً مَا شَنَعَ بِهِ عَلَى ائمَّةِ الْمُسْلِمِينَ
فِي الْقُرآنِ وَ نَسِيْهِمُ أهْلَ الْبَدْعِ وَ الْضَّلَالَاتِ فِيهِ إِلَى خَلَافِ مَصْحَفِ الْجَمَاعَةِ بِالْعَدْوَانِ ، وَ نُشَرَعَ فِي
نَقْضِ مَا مَوْهُوا بِهِ عَلَى الْأَغْرَارِ وَ لَبَسُوا بِالْاتِسَاعِ فِيهَا عَلَى الْأَغْمَارِ ، وَ إِبطَالُ مَا جَرُوا إِلَيْهِ مِنْ ذلِكَ
بِاوضَحِ البراهين والدلائل ، وَ اوكَدَ الحجج والابانات . (۱۰۵)

اور جب کہ ہم مصافح کے اختلاف کو ذکر کر کے اس کی توجیہات بیان کر چکے اور علتوں کو کھول کر کھدیا اور مسالک کی وضاحت کر چکے تو اب ہم پر لازم ہے کہ قرأت کے اختلاف کو بیان کریں کیونکہ یہ بھی ان امور میں سے ہے جن کے ذریعے قرآن کی بابت آئمہ مسلمین پر طعن و تشنیع کی جاتی ہے اور اس سلسلے میں اہل بدعت اور گمراہ طبقہ نے ان حضرات کو مصحف کے مخالف جماعت سے منسوب کیا ہے اور اس کے ذریعے دھوکہ دہی کرتے ہوئے انہوں نے نادائق ا لوگوں کو خلط بحث میں بیٹلا کرنے کی کوشش کی اور حق پر جو پرده ڈالنے کی سعی کی ہے اس کو ہم کھول کر بیان کریں گے اور اس گمراہ طبقہ کے انکار و نظریات کا واضح دلائل و برائین سے ابطال کریں گے اور اپنے موقف کے حق میں دلائل کو ثابت کریں گے۔

۸۔ سبعہ احرف کے تعین میں منفرد و موقف:

صاحب کتاب المبانی نے سبعہ احرف کے بارے میں جو موقف اختیار کیا وہ اس بارے پائے جانے والے معروف اقوال سے قدرے منفرد ہے۔ آپ کے نزدیک سبعہ احرف سے مراد لغات کی سات وجوہ ہیں۔ (۱۰۶)
متاخرین میں سے علامہ طاہر اکبر دی (۷) کا اس موقف کی طرف رجحان ہے۔

۹۔ مقدمہ کتاب المبانی کے مصادر و مراجع:

کسی بھی کتاب کے مقام و مرتبہ کے تعین کے لیے ضروری ہے کہ اس کے مصادر و مراجع کو جانا جائے۔ مقدمہ کتاب المبانی کے مصادر و مراجع کو جانے میں دو طرح کی مشکلات کا سامنا ہوتا ہے۔ ایک تو اس کے مؤلف مجھول ہے

دوسرے مؤلف نے دوران تحریر کی بھی مصادر کی طرف اشارہ نہیں کیا۔ البتہ اس مقدمہ میں جن مصنفوں کے نام ذکور ہیں ان کی تالیفات، اور آرٹھر جیفری کی تحقیق سے جن مصادر کی نشاندہی ہوتی ہے انکی تفصیل درج ذیل ہے۔

علوم القرآن میں آپ نے عبد اللہ بن ابی داؤد سجستانی کی کتاب المصاحف، ابن ابیه ری کی الإيضاح الوقف والابتداء اور مرسوم الخط، واحدی کی اسباب النزول، ابو عرب و عثمان بن سعید الدانی کی التسییر اور المعنی سے استفادہ کیا، تغییر میں ابن جریر طبری کی جامع البیان عن تاویل آی القرآن سے اور کتب احادیث میں آپ نے صحاح ستہ اور موطا امام مالک سے اخذ واستفادہ کیا۔

حوالہ جات

- ۱۔ انجل: ۲۲۰
- ۲۔ مؤلف مجھوں، مقدمہ کتاب، المبانی در کتاب، مقدمتان فی علوم القرآن، تحقیق آرٹھر جیفری، مصر، مکتبہ الخانجی، ۱۹۵۳ء، ص ۸
- ۳۔ مقدمہ کتاب المبانی، ص ۵
- ۴۔ مقدمہ کتاب المبانی، ص ۶
- ۵۔ مقدمہ کتاب المبانی
- ۶۔ مقدمہ کتاب المبانی، ص ۸-۹
- ۷۔ مقدمہ کتاب المبانی، ص ۱۶
- ۸۔ امام بخاری، الجامع الصحيح، کتاب الشییر، باب قول لقداء کم رسول من أفسكم عزیز، ح ۳۶۷۹، امام ترمذی، سنن ترمذی، ابواب الشییر القرآن، باب من سورة التوبہ، ح ۳۱۰۳
- ۹۔ مقدمہ کتاب المبانی، ص ۱۷، ۱۸
- ۱۰۔ امام بخاری، الجامع الصحيح، کتاب فضائل القرآن، باب جمع القرآن، ح ۳۹۸۷، امام ترمذی، سنن ترمذی، ابواب الشییر القرآن، باب من سورة التوبہ، ح ۳۱۵۳؛ تہہنی، شعب الایمان، فصل فی معرفۃ الملائکہ، ح ۱۲۹
- ۱۱۔ مقدمہ کتاب المبانی، ص ۱۸، ۱۹
- ۱۲۔ ہود: ۱۳۳
- ۱۳۔ یونس: ۳۸
- ۱۴۔ امام ترمذی، سنن ترمذی، ابواب القراءت، باب، فی کم اقراء القرآن، ح ۲۹۲۶

- ۱۵۔ مقدمہ کتاب المبانی، ص ۲۷
- ۱۶۔ امام بخاری، الجامع الحسن، کتاب الجموع، باب ما یقراء فی الصلاۃ الفجر یوم الجمعة، ح ۸۹۱
- ۱۷۔ مقدمہ کتاب المبانی، ص ۲۹
- ۱۸۔ سنن ترمذی، ابواب فضائل، باب، ما جاء فی فضل سورۃ البقرۃ و آیۃ الکرسی، ح ۲۸۷۸
- ۱۹۔ یہیقی، شعب الایمان، فصل ذکر فاتحۃ الکتاب، ح ۲۱۵۸
- ۲۰۔ ترمذی، ابواب تفسیر القرآن، باب و من سورۃ التوبہ، ح ۳۰۸۲، مسند احمد، ح ۹۱۸، ج ۱، ح ۲۸، ص ۲۱۸، ترمذی
- ۲۱۔ زرشی، البرھان فی علوم القرآن، دارالکتب العلمیة، بیروت، ۲۰۰۱، ج ۱، ص ۳۱۳
- ۲۲۔ سیوطی، الاتقان فی علوم القرآن، دارالغد راجد یید، قاهرہ، ۲۰۰۶، ج ۱، ص ۳۷۳
- ۲۳۔ یہیقی، احمد بن حسین، ولائل الدبوة، دارالکتب العلمیة، بیروت، ۱۹۸۵، ج ۳، ص ۵۵، سیوطی الاتقان، ح ۱، ص ۱۷۹
- ۲۴۔ ابن ماجہ، سنن، کتاب اقامة الصلوۃ والسنۃ فیھا، باب فی کم یستحب بختم القرآن، ح ۱۳۲۵، یہیقی، شعب الایمان، باب فی تنظیم القرآن، فصل فی مقدار ما یستحب فیه القراءۃ، ح ۱۹۸۸
- ۲۵۔ امام ابو داؤد، سنن ابی داؤد، کتاب تفريع استفاح الصلاۃ، باب ما یقول الرجل فی رکوعه و تجوہه، ح ۸۷۳
- ۲۶۔ یہیقی سنن الصغری، کتاب فضائل القرآن و تعلیمه و تعلیمہ، باب فی فضل القرآن و تخصیص سورۃ البقرۃ و آل عمران، ح ۸۷۷
- ۲۷۔ لجبری، مقدمہ کتاب المبانی، ص ۲۰
- ۲۸۔ یہیقی، شعب الایمان، فصل ترك فی خلط سورہ، ح ۲۱۰۹
- ۲۹۔ مقدمہ کتاب المبانی، ص ۳۹
- ۳۰۔ امام بخاری، الجامع الحسن، کتاب الشیخ، باب قوله لقد جاءكم رسول من نسلکم عزیز، ح ۹۷۶
- ۳۱۔ امام بخاری، الجامع الحسن، کتاب الشیخ، باب من سورۃ التوبہ، ح ۳۱۰۳
- ۳۲۔ امام بخاری، الجامع الحسن، کتاب فضائل القرآن، باب جمع القرآن، ح ۳۹۸۷، ترمذی، ابواب الشیخ القرآن، باب من سورۃ التوبہ، ح ۳۱۵۳، یہیقی، شعب الایمان، فصل فی معرفۃ الملائکہ، ح ۱۲۹
- ۳۳۔ مقدمہ کتاب المبانی، ص ۳۹-۲۹
- ۳۴۔ سات قرائیں دوسری صدی ہجری کے شروع میں ممالک اسلامیہ میں مشہور ہوئیں چنانچہ بصرہ میں لوگ ابو عرب و

اور یعقوب کی قرأت پر تھے اور کوفہ میں حمزہ اور عاصم کی قراءت پر اور شام میں ابن عامر کی قراءت پر اور مکہ میں ابن کثیر کی قراءت پر اور مدینے میں نافع کی قراءت پر تھے۔ قراء سبعہ کا تعارف۔

۱) ابن کثیر، ان کا نام عبد اللہ بن کثیر الداری الگکی اور کنیت ابو محمد ہیں۔ آپ تابی تھے آپ کی ملاقات حضرت عبد اللہ بن زیر، حضرت انس بن مالک اور حضرت ابو یوب انصاریؓ سے ہوئی تھی، آپ کا مکہ میں ۱۲۰ھ میں انتقال ہوا۔ اور آپ کے دوراوی البری (م ۲۵۰ھ) اور قبل (م ۲۹۱ھ) ہیں۔

۲) ابو عمرو، یہ ابو عمرو زبان بن العلاء بن عمار البصری ۱۲۵ھ راویان قرأت کے شیخ ہیں۔ آپ کے دوراوی ”دوری“ (م ۲۳۶ھ) اور ”السوی“ (م ۲۶۱ھ) ہیں۔

۳) عاصم کوفی، یہ عاصم بن ابی الجوز الاسدی ہیں۔ آپ ابن ”بہدلہ“ کہلائے۔ آپ کی کنیت ابو بکر ہے۔ آپ کا کوفہ میں ۱۲۷یا ۱۲۸یا ۱۲۹یا ۱۳۰ھ میں انتقال ہوا۔ آپ کے راوی شعبہ (م ۱۹۳ھ) اور حفص (م ۱۸۰ھ) ہیں۔

۴) حمزہ کوفی، آپ کا نام حمزہ بن حسیب بن عمارہ الزیارات الفرضی لتیٰ ۱۵۲ھ اور کنیت ابو عمارہ ہے۔ آپ کے دو راوی خلف (م ۳۲۹ھ) اور خلا دکوفی (م ۲۲۰ھ) ہیں۔

۵) نافع: ابو رومی نافع بن ابی نعیم اللثی، ۱۶۹ھ تمام قرأت کے سردار تھے۔ آپ کے دوراوی قالون (م ۲۲۰ھ) اور ورش (م ۱۹۷ھ) ہیں۔

۶) ابن عامر، ان کا نام عبد اللہ الحبصی اور کنیت ابو عمران ہے انھوں نے مغیرہ بن ابو شہاب الحجر وی سے اور انھوں نے حضرت عثمان بن عفانؓ سے رسول اللہ ﷺ سے مردی قرأت کو حاصل کیا۔ آپ کا انتقال دمشق میں ۱۸۸ھ میں ہوا۔ ہشام اور ذکوان نے آپ کی قرأت کی روایت میں شہرت پائی۔

۷) الکسائی، آپ کا نام علی بن حمزہ کوفی نجوی (م ۱۸۹ھ) اور کنیت ابو الحسن ہے۔ آپ کے دوراوی ابوالحارث (م ۲۲۲ھ) اور دوری (م ۲۳۶ھ) ہیں۔

(صابوی، محمد علی، التیان فی علوم القرآن، مکتبہ الحقائقیہ پاکستان، ۱۹۸۱ء، ص ۲۲۸، ۲۲۹، ۲۳۱، دمیاطی، احمد بن محمد البناء، اتحاف فضلاء البشر، قاہرہ، دارالحدیث، ۲۰۰۹ھ، ج ۱، ص ۹۷، محمد فہد خاروف، اہمیت القرآن الاربع عشرہ، یروت، دار ابن کثیر، ۲۰۰۶ء، ص (س۔ش))

الفاظ کے کچھ اختلاف کے ساتھ، بخاری، کتاب الحدود، باب الاعتراف بالزناء، ح ۲۸۲۹، بخاری کتاب الحدود، باب

۳۵۔

الحلی من الزنا اذا احصنت، ح ۲۸۳۰

۳۶۔

مقدمہ کتاب المبانی، ص ۸۰، ۸۳، ۹۲۔

۳۷۔

مقدمہ کتاب المبانی، ص ۸۳۔

- پراور مکہ میں
- ت حضرت
- ع میں ۱۲۰ھ
- کے دور اوی
- ہے۔ آپ کا
- آپ کے دو
- ن (۲۲۰م)
- سے اور انہوں
- میں ۱۸۸۴ھ
- ابوالحارث
- احمد بن محمد، بیروت،
- لحدود، باب
- ۳۸۔ ۱۱۷، ص ۱۱۶،
الیضا،
- ۳۹۔ ۱۲۱، ص ۱۲۲،
الیضا،
- ۴۰۔ راغب اصفہانی، مفردات فی غریب القرآن، بیروت، دارالحیاء اثرات العربی، ۲۰۰۶، ص ۲۱۸، نہمانی، عبد الرشید،
لغات القرآن، کراچی، دارالاشاعت، ۱۹۸۲، ج ۵، ص ۸۲۔ ۸۷۔ ۱۹۵، ص ۳۹۵،
زکریٰ، البرھان فی علوم القرآن، دارالحیاء الکتب، ۱۹۵۷، ج ۱، ص ۳۹۵
- ۴۱۔ قرطبی، الجامع لاحکام القرآن، دارالحیاء اثرات العربی، بیروت، ۱۹۷۵، ج ۱، ص ۵۹
- ۴۲۔ الفاتح: ۳:
- ۴۳۔ مقدمہ کتاب المبانی، ص ۱۳۲
- ۴۴۔ ۲۶: آل عمران: ۲۶
- ۴۵۔ مقدمہ کتاب المبانی، ص ۱۳۲۔ ۱۳۳
- ۴۶۔ مفردات القرآن، ص ۳۹۵
- ۴۷۔ زکریٰ، البرھان فی علوم القرآن، ج ۱، ص ۳۳
- ۴۸۔ مقدمہ کتاب المبانی، ص ۱۷۳
- ۴۹۔ مقدمہ کتاب المبانی، ص ۱۷۵۔ ۱۷۶
- ۵۰۔ شاہ ولی اللہ، الغوز الکبیر فی اصول تفسیر، فرید بک ڈپو، دہلی، س، ن، ص ۷۰
- ۵۱۔ الالاصل: ۱
- ۵۲۔ ۱۵: الانعام: ۱۵
- ۵۳۔ ۲۲: الفجر: ۵۲
- ۵۴۔ ۵۶: زمر: ۵۶
- ۵۵۔ مقدمہ کتاب المبانی، ص ۶۲
- ۵۶۔ مقدمہ کتاب المبانی، ص ۱۸۲۔ ۱۸۳
- ۵۷۔ ۸۵: النساء: ۸۵
- ۵۸۔ ۲۰۸۲: تیحقیق شعب الایمان، فصل فی ترک التفسیر بالظن، ج ۲۰۸۲
- ۵۹۔ مقدمہ کتاب المبانی، ص ۱۸۳
- ۶۰۔ مقدمہ کتاب المبانی، ص ۱۸۶

- ٢٩:٣٨ ص - ٦٢
- ٢٨- مقدمة كتاب المباني، ص ١٨٨
- ٦٣- بخاري، كتاب فضائل القرآن، باب انزل القرآن على سبعة احرف، ح ٣٩٩٢، مسلم، كتاب صلاة المسافرين وقصرها، باب بيان القرآن على سبعة احرف، ح ١٨٩٩
- ٦٤- بخاري، كتاب فضائل القرآن، باب انزل القرآن على سبعة احرف، ح ٣٩٩٢، مسلم، كتاب صلاة المسافرين وقصرها، باب بيان القرآن على سبعة احرف، ح ١٨٩٩
- ٦٥- مسلم، كتاب فضائل القرآن ما يتعلق به، باب بيان القرآن انزل على سبعة احرف وبيان معناها، ح ١٩٠٦
- ٦٦- زكشى، البرهان، ج ١، ص ٢٧٠
- ٦٧- سيفوطى، الاتقان، ج ١، ص ٢٧١
- ٦٨- زكشى، البرهان، ج ١، ص ٢٨٥
- ٦٩- خازن، لباب التأويل في معاني التأويل، دار الكتب العربية، بيروت، ج ١، ص ٩
- ٧٠- البعبيدي، فضائل القرآن، دار الكتب العلمية، بيروت، ١٩٩٥، ص ٢٠٣
- ٧١- طبرى، مقدمة جامع البيان عن تأويل اى القرآن، دار الفكر، بيروت، ١٩٩٥، ج ١، ص ٣٦
- ٧٢- ابن عطية، مقدمة اخر رواحىزير، دار الكتب العلمية، بيروت، ٢٠٠١، ج ١، ص ٣٦
- ٧٣- ابن قتيبة، تأويل مشكل القرآن، المكتبة العلمية، ص ٣٦
- ٧٤- ابن جزرى، النشر في القراءات العشر، دار الكتب العلمية، بيروت، ١٩٩٨، ج ١، ص ٢٧
- ٧٥- المنشر: ٢٤: ٢٦
- ٧٦- مقدمة كتاب المباني، ص ٢٢٣-٢٢١
- ٧٧- القارعة: ٥: ٧٨
- ٧٨- الفاتحة: ٦: ٧٩
- ٧٩- التوبه: ١١١: ٨٠
- ٨٠- الحجۃ: ٢٨: ٨١
- ٨١- ايضاً
- ٨٢- النساء: ٣٧: ٨٣
- ٨٣- يوسف: ٣١: ٨٣

- ۸۵۔ اٹھجی: ۲-۱
- ۸۶۔ مقدمہ کتاب المبانی، ص ۲۲۸
- ۸۷۔ شعب الایمان، فصل الاستکبار من الشر اہنی شهر رمضان، ح ۲۰۵۳
- ۸۷۔ مقدمہ کتاب المبانی، ص ۲۳۵
- ۸۹۔ یقینی، شعب الایمان، فصل ذکر فاتحۃ اللّٰہ، ح ۲۱۲۳، مسند احمد، ح ۱۶۹۸۲
- ۹۰۔ مقدمہ کتاب المبانی، ص ۲۳۵
- ۹۱۔ الکھف: ۷-۵
- ۹۲۔ مقدمہ کتاب المبانی، ص ۲۳۶
- ۹۳۔ توبہ: ۶۸
- ۹۴۔ مقدمہ کتاب المبانی، ص ۲۳۶
- ۹۵۔ مقدمہ کتاب المبانی، ص ۱۶-۸
- ۹۶۔ مقدمہ کتاب المبانی، ص ۱۷-۱۸
- ۹۷۔ بخاری، کتاب الشیخی، باب قوله لقد جاءكم رسول من أفسكم عزیز، ح ۳۶۷۹، ترمذی، ابواب الشیخی القرآن، باب من سورة التوبہ، ح ۳۱۰۳
- ۹۸۔ ترمذی، ابواب القراءت، باب فی کم اقراء القرآن، ح ۲۹۳۶
- ۹۹۔ مقدمہ کتاب المبانی، ص ۲۷
- ۱۰۰۔ الفاتحۃ، ۳: ۱
- ۱۰۱۔ مقدمہ کتاب المبانی، ص ۱۳۵
- ۱۰۲۔ مقدمہ کتاب المبانی، ص ۱۳۶
- ۱۰۳۔ مقدمہ کتاب المبانی، ص ۱۳۵-۱۳۹
- ۱۰۴۔ مقدمہ کتاب المبانی، ص ۲۳
- ۱۰۵۔ مقدمہ کتاب المبانی، ص ۱۳۶
- ۱۰۶۔ مقدمہ کتاب المبانی، ص ۲۲۸
- ۱۰۷۔ طاہر اکبر دی، تاریخ القرآن وغراہب رسید وحکیم، مصطفی البابی الحنفی، مصر، ۱۹۵۳، ص ۹
- ۱۹۰۔ المسافرین
- ۱۹۱۔ المسافرین